فہرست مضامینِ عذابِ برزخ

مضامین — صفحہ

مردہ پر عذاب وراحت کا دور کہاں گزرتا ہے؟ (قرآن) 1

فرعون اور عمرو بن لحی الخزاعی پر جہنم میں عذاب (قرآن اور حدیث بخاری) 2

بخاری کی حدیثیں کہ عذاب وراحت کا دَور قیامت تک کہاں گزریگا 5,4,3

شہداء کی جنت الفردوس میں نئے جسموں کے ساتھ زندگی (حدیث مسلم) 6,5

شہداءِ بدر جنت الفردوس میں ہیں (حدیث بخاری) 6

نبی ﷺ قبرِ مدینہ میں زندہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس (الوسیلہ مقام) میں زندہ ہیں (حدیث بخاری)... 7,6

ابراہیمؑ پسرِ نبی ﷺ نے جنت میں دودھ پلانے والی کا دودھ پیا ہے (حدیث بخاری) 7

قرآن وحدیث کا فیصلہ کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد قیامت سے پہلے جسدِ عُنصری میں واپس نہیں آسکتی 8

قبر میں روح کے مردہ جسم میں واپس آنے کے سلسلہ میں بخاری کی حدیث 'قرعِ نعال' سے غلط استدلال...... 8

بخاری کی صحیح حدیث قرعِ نعال کی صحیح تاویل اور غلط تاویل کا رد 9

حدیث قرعِ نعال کی تشریح امام ابوحنیفہؒ اور ابنِ منیرؒ سے اور اعتراضات کا جواب 12,11,10,9

حدیث قرعِ نعال کی غلط تشریح اور اس کا رد دلائل کے ساتھ 13,12

قلیبِ بدر اور کلام المیّت علی الجنازۃ کی صحیح تاویل 14,13

دو قبروں پر شاخیں لگانے کا واقعہ اور اس کی صحیح تاویل 15,14

قبرِ دنیا کی وسعت اور تنگی کا رد 15

(مسلم کی حدیث) خچر کا مشرکوں کی قبروں کے پاس بدکنا 16

(مسلم کی حدیث) عمرو بن العاصؓ کا واقعہ 17,16

(مسلم کی حدیث) موسیٰؑ کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا 18

(مسلم کی حدیث) نبی ﷺ کا قبر والوں کے لئے دعا کرنا 19,18

عِلّیّین اور سجّین اعمال ناموں کے دفتر ہیں روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں 19

قبر دنیا کے دبانے اور پھیل جانے کی غلط روایت اور قبر دنیا کے جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا ہونے کا رد.... 21,20

عطیہ اور الکلبی کی شیعت اور افتراء پروازی 22,21

عقیدے دو (۲) نہیں ہوسکتے ایک کا ماننے والا دوسرے کا، کافر ٹھیریگا اور جو لوگ
بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ سب کے سب کافر ہیں (القرآن) 23

عقیدوں کے فوٹو. دیوبند، بریلی، ابنِ تیمیہ، تبلیغی جماعت، احمد بن حنبل،
میاں نزیر دہلوی، نواب صدیق الحسن خان، وحید الزماں، مولانا مودودی
، اور پیر جھنڈا صاحب .... 24 تا 32

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں خط لکھ کر ہم سے ہماری دوسری کتابیں بھی طلب فرمائیے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَا تِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَا دِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ۔

لاریب کہ مرنے کے بعد قیامت تک قبر کا عذاب یا راحت یقینی چیزیں ہیں ،مگر افسوس کہ آج دُنیا والوں کی اکثریت نے اِسی دُنیا کی زمین کے ایک خطہ کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال و جواب کے لئے ہر مرنے والے کو اُٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور پھر قیامت تک اس کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔درآنحالیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے، کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے آخران مرنے والوں کو کیسے اُٹھا کر بٹھایا جائے گا، کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پرعذاب وراحت کا دور قیامت تک گزرے گا؟

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہر مرنے والے کو قبر دیتا ہے چاہے وہ زمین میں دفن کیا جائے یا کسی درندہ کے پیٹ میں جا کر فضلہ بن جائے۔

قُتِلَ الۡاِ نۡسَانُ مَا اَکۡفَرَہٗ ؕ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ ؕ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ۙ ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَہٗ ۙ ثُمَّ اَمَا تَہٗ فَاَقۡبَرَہٗ ۙ ثُمَّ اِذَاشَآءَ اَنۡشَرَہٗ ؕ ۔ (سورۃ عبس،آیت ۲۲ ـ ۱۷)

ترجمہ: مارا جائے انسان (دُشمن حق) ، کیسا ناشکرا ہے یہ۔کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا؟ نطفہ کی ایک بوند سے، اللہ نے اس کو پیدا کیا، پھراس کی تقدیر مقرر کی، پھر اُس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اُسے موت دی اور قبر عطا فرمائی، پھر جب اُسے چاہے گا زندہ کرے گا۔

اللہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قبر ملتی ہے چاہے اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا جائے، یا اس کی میت درندوں اور مچھلیوں کے پیٹ کی غذا بن جائے۔یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گزرے گا۔اور یہ معاملہ صرف مومنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کافر، مشرک، فاسق وفاجر ومنافق ہر ایک کے ساتھ یہی ہوگا۔قرآن وحدیث کا یہی فیصلہ ہے۔فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لئے محفوظ رکھنے کا اعلان کیا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فرعون اور فرعونیوں کو صبح شام آگ پر پیش کیا جارہا ہے اور قیات تک پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اب فرعون اور اُس کے پیروؤں کو شدید تر عذاب میں داخل کر دو۔

حَتّٰیۤ اِذَآ اَدۡرَکَہُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿﴾ آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَکُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿﴾ فَالۡیَوۡمَ نُنَجِّیۡکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَکَ اٰیَۃً ؕ وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ ﴿﴾ (سورۃ یونس،آیت ۹۲ ـ ۹۰)

ترجمہ: (فرعون اور اس کے لشکر نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا پیچھا کیا) یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) ڈوبنے لگا (اور غیب شہود بن گیا) تو پکار اُٹھا کہ میں نے مان لیا کہ اس اِلٰہ کے علاوہ کوئی دوسرا اِلٰہ نہیں جس پر بنواسرائیل ایمان لائے اور میں نے بھی اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔(اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا) اب ایمان لا رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد پر جما رہا۔اب تو

ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تا کہ تو اپنے بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غفلت برتتی ہے۔

فرعون کی لاش عبرت کے لئے دُنیا اور اللہ تعالیٰ کا سورۃ المومن میں ارشاد کہ آلِ فرعون کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ج اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ج وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ (سورۃ المومن، آیت ٤٦۔٤٥)

ترجمہ: آخرکار ان لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اس کو بچالیا۔ اور آلِ فرعون خود بدترین عذاب کے پھیر میں آگئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید عذاب میں داخل کردو۔

قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دُنیا میں عبرت کے لئے محفوظ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دُنیا میں، لیکن ان کو صبح شام آگ پر پیش کیا جارہا ہے۔ ثابت ہوا کہ اُن کو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے، جسدِ عُنصری وہ بہرحال نہیں ہے۔

اسی طرح عمرو بن لُحی الخزائی کو نبی ﷺ نے جہنم کی آگ میں اپنی انتڑیوں کو کھنچتے ہوئے دیکھا (پیٹ کے پھٹنے کے بعد)، وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم (عربوں میں) رائج کی تھی۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

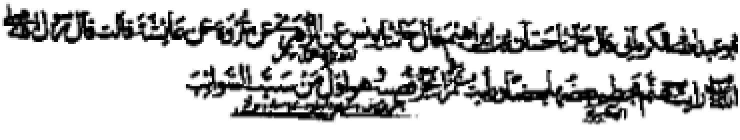
حدثنا محمد بن ابي يعقوب
ابو عبد الله الكرماني قال حدثنا حسان بن ابراهيم قال حدثنا يونس عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
رأيت جهنم يحطم بعضها بعضا ورأيت عمرا يجر قصبه وهو اول من سيب السوائب

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ٢، صفحہ ٦٦٥، مطبوعہ دھلی)

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اُس کا بعض حصہ بعض کو برباد کئے دے رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ عمرو (ابن الحی الخزائی) اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ پہلا (عرب) شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی۔

اوراسی طرح بخاری کی دوسری روایت میں راحت وعذاب دونوں کا ذکر برزخی جسموں کے ساتھ ثابت ہے۔

باب

حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا جرير بن حازم قال حدثنا ابو رجاء عن سمرة بن جندب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلاة اقبل علينا بوجهه فقال من رأى منكم الليلة رؤيا قال فان رأى احد قصها فيقول ما شاء الله فسألنا يوما فقال هل رأى احد منكم رؤيا قلنا لا قال لكني رأيت الليلة رجلين اتياني فاخذا بيدي فاخرجاني الى الارض المقدسة فاذا رجل جالس ورجل قائم بيده كلوب من حديد قال بعض اصحابنا عن موسى انه يدخل ذلك الكلوب في شدقه حتى يبلغ قفاه ثم يفعل بشدقه الآخر مثل ذلك ويلتئم شدقه هذا فيعود فيصنع مثله قلت ما هذا قالا انطلق فانطلقنا حتى اتينا على رجل مضطجع على قفاه ورجل قائم على رأسه بفهر او صخرة فيشدخ بها رأسه فاذا ضربه تدهده الحجر فانطلق اليه ليأخذه فلا يرجع الى هذا حتى يلتئم رأسه وعاد رأسه كما هو فعاد اليه فضربه قلت من هذا قالا انطلق فانطلقنا الى ثقب مثل التنور اعلاه ضيق واسفله واسع يتوقد تحته نارا فاذا اقترب ارتفعوا حتى كادوا ان يخرجوا فاذا خمدت رجعوا فيها وفيها رجال ونساء عراة فقلت ما هذا قالا انطلق فانطلقنا حتى اتينا على نهر من دم فيه رجل قائم وعلى وسط النهر قال يزيد ووهب بن جرير عن جرير بن حازم وعلى شط النهر رجل بين يديه حجارة فاقبل الرجل الذي في النهر فاذا اراد ان يخرج رمى الرجل بحجر في فيه فرده حيث كان فجعل كلما جاء ليخرج رمى في فيه بحجر فيرجع كما كان فقلت ما هذا قالا انطلق فانطلقنا حتى انتهينا الى روضة خضراء فيها شجرة عظيمة وفي اصلها شيخ وصبيان واذا رجل قريب من الشجرة بين يديه نار يوقدها فصعدا بي في الشجرة وادخلاني دارا لم ار قط احسن منها فيها رجال شيوخ وشباب ونساء وصبيان ثم اخرجاني منها فصعدا بي الشجرة فادخلاني دارا هي احسن وافضل فيها شيوخ وشباب قلت طوفتماني الليلة فاخبراني عما رأيت قالا نعم اما الذي رأيته يشق شدقه فكذاب يحدث بالكذبة فتحمل عنه حتى تبلغ الآفاق فيصنع به الى يوم القيامة والذي رأيته يشدخ رأسه فرجل علمه الله القرآن فنام عنه بالليل ولم يعمل فيه بالنهار يفعل به الى يوم القيامة والذي رأيته في الثقب فهم الزناة والذي رأيته في النهر آكلوا الربوا والشيخ في اصل الشجرة ابراهيم عليه السلام والصبيان حوله فاولاد الناس والذي يوقد النار مالك خازن النار والدار الاولى التي دخلت دار عامة المؤمنين واما هذه الدار فدار الشهداء وانا جبريل وهذا ميكائيل فارفع رأسك فرفعت رأسي فاذا فوقي مثل السحاب قالا ذاك منزلك قلت دعاني ادخل منزلي قالا انه بقي لك عمر لم تستكمله فلو استكملت اتيت منزلك

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۸۵، مطبوعہ دھلی)

ترجمہ: سمرۃ بن جندبؓ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ جب نماز (صبح) پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف رخ کر کے پوچھتے کہ تم میں سے کس نے رات خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا تھا اور آپؐ "جو اللہ چاہتا" کہہ دیا کرتے۔ ایک دن آپؐ نے ہم سے سوال کیا کہ کیا کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ جی نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا لیکن میں نے رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھے باہر نکال کر ایک ارضِ مقدس کی طرف لے گئے۔ میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (بخاری کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ بن اسمٰعیل سے روایت کی) لوہے کا آنکڑا ہے اور وہ اس کو بیٹھے ہوئے شخص کے گلپھڑے میں داخل کر کے گلپھڑے کو گدی تک پھاڑ ڈالتا ہے۔ پھر اس کے دوسرے گلپھڑے کے ساتھ یہی عمل کرتا ہے

پھر گلپھڑے جُڑ جاتے ہیں اور پھر وہ (کھڑا ہوا) شخص (بیٹھے ہوئے) کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کی میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، پس ہم چلے یہاں تک کہ ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اُس کے سر کے اوپر ایک دوسرا شخص پتھر لئے کھڑا تھا اور پتھر مار مار کر اُس کے سر کو پھاڑ رہا تھا، پتھر سر پر پڑنے کے بعد ایک طرف لڑھک جاتا تھا اور پتھر مارنے والا اُس کو اُٹھانے کے لئے جاتا اور اس درمیان کہ پتھر اُٹھا کر وہ پھر واپس آئے سر پھر جڑ جاتا اور ویسا ہی ہوتا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اب پھر وہ پہلے کی طرح پتھر کو سر پر مارتا۔ (یہ دیکھ کر) نبی ﷺ نے فرمایا میں ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے ہم چلے اور تنور کی شکل کی نقب کے پاس آئے۔ اس نقب کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ وسیع تھا اور اس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اس نقب کے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔ جب آگ تیز ہوتی تو وہ اوپر اُٹھتے اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب دھیمی ہوتی تو پھر نیچے واپس چلے جاتے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے۔ ہم چلے کہ یہاں تک کہ ایک نہر پر آئے جو خون سے بھری ہوئی تھی اور اس میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے، جب نہر والا شخص آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو باہر والا اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اُس کو پھر اس جگہ واپس لوٹا دیتا اور ہر بار وہ نہر والے شخص کے ساتھ یہی معاملہ کرتا اور اُس کو اس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے، ہم چلے یہاں تک کہ ایک سر سبز و شاداب باغ میں پہنچے اس میں بہت بڑا درخت تھا اور اس درخت کی جڑ کے پاس ایک بزرگ اور بچے تھے اور درخت کے قریب ایک صاحب تھے جن کے سامنے آگ تھی اور وہ اُسے بھڑکا رہے تھے۔ پھر وہ دونوں مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اُس گھر میں بوڑھے اور جوان، مرد اور خواتین اور بچے تھے۔ پھر وہ اس گھر سے نکال کر ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جو پہلے گھر سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ (نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ اب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب کیا ہے؟ دونوں نے کہا۔ بہتر۔

وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذاب تھا۔ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اُڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اُس کے ساتھ جو آپؐ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہے گا اور جس کو آپؐ نے دیکھا کہ اُس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپؐ نے نقب میں دیکھا تھا وہ زناکار تھے اور جس کو آپؐ نے دریا میں دیکھا وہ سُود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو اُن کے اردگرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے اور پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ شہداء کے گھر ہیں اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سر اوپر تو اُٹھایئے، میں (نبی ﷺ) نے اپنا سر اوپر اُٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا ان دونوں نے کہا کہ یہ آپؐ کا گھر ہے میں (نبی ﷺ) نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے ابھی پورا نہیں کیا ہے اگر آپؐ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اِس گھر میں آ جائیں گے۔

اس طرح امام بخاری نے ثابت کر کے دکھایا کہ وفات کے بعد نبی ﷺ عائشہؓ کے حجرہ والی قبر میں نہیں بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ بخاری کی اس حدیث سے بہت سی باتیں سامنے آگئیں۔

۱۔ روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور روح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت و عذاب کا دور گزرتا ہے۔

۲۔ اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا اور اِس پر سارے حالات قیامت تک گزریں گے۔

۳۔ یہ ایسا جسم ہے کہ اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ پھر بن جاتا ہے۔

۴۔ دُنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ملکوں اور مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں مگر برزخ میں اُن کو ایک ہی تنور میں برہنہ حالت میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور قیامت تک دیا جاتا رہے گا۔

۵۔ نیکوکار مرنے والے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو بھی جسم ملتا ہے۔

۶۔ شہداء کو بھی جسم دیا جاتا ہے اور مُسلم کی حدیث کے مطابق اُن کے جسم سبز رنگ کے اور اُڑنے والے ہوتے ہیں۔ مُسلم کی حدیث کے مطابق اُن کے جسم:۔

ترجمہ: ...مسروقؒ نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن کی اس آیت **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ" عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ** ط کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اِس آیت کے بارے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی رُوحیں سبز اُڑنے والے قالبوں میں ہیں اور اُن کے لئے قندیلیں عرشِ الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتے ہیں۔ ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا، اور شہداء نے دیکھا جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کئے جائیں۔ اب کے مالک نے دیکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں تو پھر ان سے پوچھنا چھوڑ دیا۔ (ترجمہ عبارت: صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۳۶ ـ ۱۳۵، مطبوعہ دھلی)

امام مسلمؒ نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں:

شہداء کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش و خرم رہتا ہے۔

شہید کا مالک اپنے عرش کے اوپر سے اس پر التفات خسروانہ فرمانے کے بعد بھی گفتگو کرتا ہے اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دُنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر اُس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اِس خواہش کو بھی نہیں پورا کرتا جس کے اظہار کا خود اس نے بار بار تقاضا کیا تھا۔

شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی۔

بخاری یہی ثابت کرنے کے لئے کہ شہداء جنت الفردوس میں زندہ ہیں (حارثہ بن سراقہؓ کا) واقع لائے ہیں۔

ترجمہ: باب غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت

...حُمید کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہؓ (ابن سُراقہ) جنگِ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوجوان تھے۔ اُن کی ماں نبی ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حارثہؓ میرے لئے کیا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی، ثواب جان کر۔ اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپؐ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیا تم سمجھتی ہو کہ جنت ایک ہی ہے جنتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہؓ) تو جنت الفردوس میں ہے۔ (ترجمہ عبارت: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵٦۷، عربی مطبوعہ دھلی)

اور بخاری کی دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنت الفردوس عرشِ الٰہی کے نیچے ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا۔ بخاری میں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

... وقال محمد بن فُلیح عن ابیہ وفوقہ عرش الرحمٰن۔

(بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۹۱، مطبوعہ دھلی)

ترجمہ:...اور محمد بن فُلیح اپنے باپ فُلیح سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے (جنت الفردوس کے) اوپر عرشِ الرحمٰن ہے۔

نبی ﷺ وفات کے بعد مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اُس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرشِ الٰہی سے نیچے، سب سے بلند و بالا مقام ہے اور اسی بات کی مزید تاکید کیلئے نبی ﷺ کو جنت میں زندہ ہونے کی بجائے جو لوگ مدینہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ بخاری ایک اور حدیث متعدد مقامات پر اپنی کتاب صحیح بخاری میں لائے ہیں:

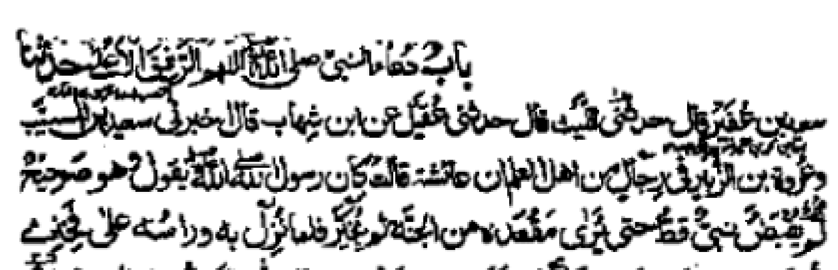
باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم اللهم الرفيق الاعلى حدثنا
سعيد بن عفير قال حدثني الليث قال حدثني عقيل عن ابن شهاب قال اخبرني سعيد بن المسيب
وعروة بن الزبير في رجال من اهل العلم ان عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وهو صحيح
لم يقبض نبي قط حتى يرى مقعده من الجنة ثم يخير فلما نزل به ورأسه على فخذي
غشي عليه ساعة ثم افاق فاشخص بصره الى السقف ثم قال اللهم الرفيق الاعلى قلت اذا
لا يختارنا وعرفت انه الحديث الذي كان يحدثنا وهو صحيح قالت فكانت تلك آخر كلمة تكلم بها
اللهم الرفيق الاعلى

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۹۳۹، مطبوعہ دھلی)

ترجمہ: باب نبی ﷺ کی دُعا "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ"

... سعید بن مسیبؒ عروۃ بن زبیرؒ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے کہا کہ رسول ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اُسے جنت میں اُس کا مقام دِکھا نہیں دیا جاتا۔

مقام دِکھا دیئے جانے کے بعد اُس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دُنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے)، پس جب آپؐ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ کا

سر میرے زانو پر تھا۔ آپؐ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آ گیا پھر آپؐ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا اَللّٰھُمَّ الرَّ فِیْقَ الْاَ عْلٰی ... (اے مالک الرفیق الاعلیٰ)، پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد آپؐ ہم دُنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا جو بات آپؐ فرمایا کرتے تھے اُس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپؐ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ اَللّٰھُمَّ الرَّ فِیْقَ الْاَ عْلٰی تھا۔

بخاریؒ نے اس طرح واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی ﷺ کو اپنی مدینہ والی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کی بجائے دُنیا والوں کی رفاقت کو ترجیح دی تا کہ دُنیا والوں کا قبر کے پاس پڑھا ہوا درود و سلام سُنیں اور اُس کا جواب دیں۔ یہ عقیدہ صرف یہی نہیں کہ باطل ہے بلکہ اِن لوگوں نے اپنی غلط بات ثابت کرنے کے لئے نبی ﷺ کو زندہ در گور کر دکھایا ہے۔

اب اِن دلائل کے بعد کہ نبی ﷺ اور شہداء اپنی دُنیاوی قبروں میں زندہ نہیں بلکہ عرشِ الٰہی کے نیچے اپنے بہترین گھروں میں زندہ ہیں۔ یہ کہا جانے لگتا ہے کہ نبی ﷺ اور شہداء کی بات ہی اور ہے۔ کسی اور کی زندگی کو جنت میں ثابت کیا جائے۔ اِس بات کے ثبوت میں بخاریؒ نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیمؑ کا واقع لائے ہیں:

حدثنا ابو الوليد قال حدثنا شعبة عن عدي بن ثابت انه سمع البراء بن عازب قال لما توفي ابراهيم عليه السلام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان له مرضعا في الجنة

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۸٤، مطبوعہ دھلی)

ترجمہ: البراء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُس کے لئے جنت میں ایک دُودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث سے ابراہیمؑ کا جنت میں موجود ہونا اور ایسے جسم کے ساتھ جو چھاتی سے دُودھ کھینچ سکے اسی طرح ثابت ہوا جیسے گزری ہوئی بخاری کی حدیث سے یہ ثابت ہوا تھا کہ عمرو بن لحی الخزاعی جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا۔ یہ نہیں کہ دُنیاوی قبر کے اندر دُودھ پلانے والی مہیا کر دی گئی ہے۔

اب کوئی بتائے کہ نبی ﷺ شہداء اور سارے انسان اگر رُوح کے واپس آ کر مُردہ جسم عنصری سے مل جانے کے بعد اپنی دُنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنت اور جہنم کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ کیا دو رُوحیں ہر انسان کے ساتھ ہوتی ہیں کہ ایک جنت میں یا جہنم اور دوسری قبر دُنیا میں مَرے ہوئے جسم کے ساتھ وابستہ رہے۔ یا تھوڑی رُوح برزخ کے جسم سے وابستہ رہے اور باقی دُنیا والی قبر میں آ کر مُردہ جسم سے مل جائے اور دونوں جگہ زندگی پیدا کر دے۔

اِن ساری صحیح حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اُس کو حسبِ حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اُس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اِس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گذرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے، مگر کچھ دوسرے حضرات اِس بات پر مُصر ہیں کہ نہیں، ہر مرنے والے کی رُوح اِسی دُنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو جلا دیا جانے والا کافر تو عذاب سے بچ گیا۔ اُس کے دونوں کانوں کے درمیان گُرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب کا دَور اس پر کیسے گذرے گا؟

تو اللہ کی قدرت اور **اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر** '' کا سہارا لیا جاتا ہے۔ **سُبحان اللّٰہ** ۔ اللہ کی قدرت سے کِس کو انکار ہے، لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے۔ اُس کو نظر انداز کر دینا بھی تو اچھا نہیں۔

قرآن و بخاری و مُسلم کی احادیثِ نبویؐ کے فیصلہ کے برخلاف اب جو یہ کہا جانے لگا ہے کہ روح نکلنے کے بعد اِسی دُنیاوی قبر کے مُردے میں واپس لوٹا دی جاتی اور یہ مُردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ دیکھنے اور سُننے لگتا ہے اور اس قبر میں اس زندہ ہو جانے والے مردے پر عذاب و راحت کو پورا دَور قیامت تک گزرے گا۔ تو یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیثِ نبویؐ کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس سے نصوصِ قرآنی کا انکار اور احادیثِ نبویؐ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر اپنی ان تاویلات کی حمایت میں مُنکر روایتوں کا پورا زور لاڈالا جاتا ہے۔

انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ان حضرات کی ایک ایک بات کا جواب دے کر حق کو واضح کر دیا جائے تاکہ جس کو زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر زندہ رہے اور جس کو مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر رہ کر نہ مرے۔ سب سے پہلے اپنی اِس بات کے ثبوت میں کہ یہی دُنیاوی قبر کا مُردہ زندہ ہو جاتا ہے، بخاری کی صحیح حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو یہ دفن کیا جانے والا مُردہ اپنے دفنا کر جانے والے لوگوں کی چاپ سُنتا ہے، اُس کو اٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے۔

کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی رُوح صرف قیامت کے دن ہی اُس کے دُنیاوی جسم کو **عَجبُ الذَّنَب** پر بنا کر اُس میں لوٹائی جائے گی اور چند استثنائی جسموں کے علاوہ چاہے وہ فرعون جیسے ظالموں کے ہی کیوں نہ ہوں مٹی سب کو کھا لیتی ہے۔ اب جس کافر کو جلا کر راکھ کر دیا جائے یا صرف اُس کے جسم کے بعض ٹکڑوں ہی کو دفن کیا گیا ہو اس کو کیسے اُٹھا کر بٹھایا جائے گا، وہ کیسے چاپ سنے گا اور کیسے اُس کے کانوں کے درمیان گُرز کی چوٹ لگائی جائے گی اور کیا ایک کافر جس کو جلا دیا گیا ہے قیامت تک اس عذاب سے بچا رہے گا۔ تو جواب نہیں ملتا۔ لیکن بخاری کی حدیث کے غلط معنوں پر اصرار ختم نہیں ہوتا۔

قرآن کا ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ۔ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ۔ (سورۃ المومنون، آیت ۱۶ ـ ۱۵)

ترجمہ: (پھر) اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ مرنے والے کو قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا، پھر قیامت سے پہلے مرنے والا اِس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو جاتا ہے اور اِس طرح قبر میں زندہ ہو جانے کے بعد آخر اسے پھر موت کب آتی ہے اور اِن تین زندگیوں کے ثبوت میں آخر دلیل کیا ہے؟ تو پھر خاموشی چھا جاتی ہے۔ قرآن کی طرح بخاری کی حدیث بھی یہی بیان کرتی ہے کہ دُنیاوی جسم کو مٹی کھا لیتی ہے اور صرف قیامت کے دن **عَجبُ الذَّنَب** پر یہ جسم عنصری پھر بنے گا اور میدانِ محشر میں فیصلہ کے لئے حاضر کیا جائے گا۔

ترجمہ: باب "جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تم لوگ فوج درفوج آ ؤ گے۔"

...ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس دن کا وقفہ؟ ابو ہریرۃؓ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ

سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا کہ چالیس مہینوں کا وقفہ؟ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ کیا چالیس سال کا وقفہ۔ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اس بات کو (رسول اللہ ﷺ سے میں نے سُنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اِس طرح اُگ پڑیں گے جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برباد نہ ہو جائے سوائے ایک ہڈی **عَجبُ الذَّنَبُ** کے، اور اُسی سے جسم انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔ (صحیح بخاری، جلد، صفحہ ۷۳۵، مطبوعہ دھلی)

آخر جب قیامت سے پہلے رُوح واپس ہی نہیں لوٹتی اور مٹی جسم کو برباد کر دیتی ہے تو اِس دُنیاوی قبر کے مُردہ سے سوال و جواب کیسا اور بغیر روح کے مردہ کا احساسِ راحت و اَلم اور اُس کی چیخ و پکار کیا معنیٰ؟

مناسب ہوگا کہ بخاری کی جس صحیح حدیث سے یہ معنی نکالے جاتے ہیں اُس پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور دیکھا جائے کہ اُس کی کیا کیا شرحیں کی گئی ہیں۔

پھلی شرح

دفن کیے جانے والے مُردہ کا حساب و کتاب اِتنی جلدی شروع ہو جاتا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو دفنا کر جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سُن سکتا تھا یعنی وہ ابھی پلٹ کر اِتنی دُور بھی نہیں گئے ہوتے ہیں کہ برزخ میں اُس کا حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے۔

یہ تشریح اس بنیاد پر ہے کہ مردہ بہر حال مردہ ہے سُننا سُنانا اس کے بس کی بات نہیں۔ اُسے تو کوئی کچھ بھی نہیں سُنا سکتا۔ جوتیوں کی آواز ہو یا کوئی اور بات، چاہے وہ اللہ کے آخری نبی ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ (سورۃ النّمل، آیت ۸۰)

ترجمہ: آپؐ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ۔ (سورۃ فاطر، آیت ۲۲)

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے سُنواتا ہے مگر (اے نبیؐ) آپؐ لوگوں کو نہیں سُنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مُردوں کو نہ سُنا سکنے کی مجبوری کی تہمت سے اپنی ذات کو پاک کیا ہے۔ دوسرے ضرور مجبور ہیں، وہ قبر کے مُردوں کو کچھ نہیں سُنا سکتے۔ اِس سے یہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ ہر مُردہ کو دفنا کر جانے والے لوگوں کی جوتیوں کی چاپ سُنا دیتا ہے بڑی زیادتی کی بات ہے۔

حدیث بخاری کی اوپر والی تشریح، کہ یہ ادبی زبان اور کنایہ ہے، امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ (تقریر جنجوھی علیٰ مُسلم، کوکب الدّری، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹)

دوسری شرح

دوسری شرح بخاری کے شارح الزین بن المنیر کی شرح ہے جس کو ابن حجر عسقلانی اپنی بخاری کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے لائے ہیں یہ ہے کہ حدیث میں **العبد اذا وضع فی قبرہٖ وتولّی وذھب اصحابہ‘۔ حتی انه لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان**۔ (بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کا معاملہ پورا ہو جاتا ہے اور اُس کے ساتھی چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے اُن کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اُس کے پاس

آجاتے ہیں) سے اُن دو فرشتوں کی چاپ سننا مراد ہے جو (برزخ میں) اُس کے پاس سوال و جواب کے لیے آتے ہیں۔

الزین بن المنیر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ فرشتے تو دو ہوتے ہیں اور ضمیرِ جمع ھُم **نعالھم** استعمال ہوئی ہے، **نعالھما** ہونا چاہئے تھا۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں تثنیہ (دو) کے لئے جمع کا استعمال عام ہے جیسے قرآن کی آیت ہے:

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۔ (الشعراء، آیت ۱۵)

ترجمہ: فرمایا ہرگز نہیں، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔ میں **فَاذْهَبَا** تثنیہ کی ضمیر ہے اور **مَعَكُمْ** میں جمع کی۔

اسی طرح بخاری کی حدیث خضر میں یہ الفاظ ہیں:

فَمَرَّتْ بِهِمَا سفينة'' فكلّموهم أن يحملو هما۔ (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۳، سطر ۱۵۔۱۶)

ترجمہ: پس گزری ان دونوں (موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام) کے پاس سے ایک کشتی پس اُنہوں (جمع کا صیغہ) نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ اُن دونوں کو کشتی پر سوار کرلیں۔

فکلّموھم کے ساتھ ساتھ **فکلّماھم** بھی بخاری کی روایت میں ہے مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر۔ متن میں **فکلّموھم** کو ہی ترجیح دی گئی ہے جو (تثنیہ) کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ **حَتّٰی اِنَّه' لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِم اَتَاهُ مَلَكَانِ** میں **نِعَالِھِم** اگر **مَلَكَانِ** سے متعلق آیا ہے تو اسم **مَلَكَانِ** سے پہلے اُس کی ضمیر **ھم** کیسے آگئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہوتی ہے اور سننے والے کے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا اور صرف اُس کی ضمیر لے آئی جاتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْ نٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَا رًا۔ (سورۃ الواقعۃ، آیت ۳۵۔۳۶)

ترجمہ: ہم نے اُن کو (اُن کی بیویوں کو) ایک خاص اُٹھان سے اُٹھایا ہے اور ہم اُن کو رکھیں گے کنواریاں۔

یا سورۃ یٰس میں:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَه'۔ (سورۃ یٰس، آیت ۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے اُن کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔ اور یہ اُن کے شایانِ شان بھی نہیں۔

اب آخر میں فن دینداری کے حربے استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ فرشتے جُوتیاں پہنتے ہیں؟

زبان و ادب میں حقیقت و مجاز کے باب کی وسعت کسے معلوم نہیں۔ اسد اللہ (اللہ کا شیر) کسی مومن کی بہادری کے اظہار کے لئے ہوتا ہے، اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ شیر کی تو دُم ہوتی ہے اس کی دُم کدھر ہے یا کوئی سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے معنی اصلی تلوار لے لے تو بہر حال خالد بن ولیدؓ نہ تو فولاد کے بنے ہوئے تھے اور نہ اُن کے دستہ تھا نہ دھار تھی۔

اور فرشتے اگر جوتے بھی پہن لیں تو کیا قیامت آجائے گی۔ جب بخاری اور مُسلم کی احادیث میں آگیا کہ فرشتے لباس بھی پہنتے ہیں اور ہتھیار بھی لگاتے ہیں تو آخر جوتیاں پہننے میں کیا بات ایسی ہے کہ اُس کی ہنسی اُڑائی جائے۔

فرشتوں کا آلاتِ جنگ پہننا

موسیٰ قال اخبرنا عبد الوهاب حدثنا خالد عن عكرمة عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال يوم بدر هذا
جبريل آخذ برأس فرسه عليه اداة الحرب

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۷۰)

ترجمہ: ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ یہ ہیں جبرائیل اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے اور اُن کے اُوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

باب مرجع النبي صلى الله عليه وسلم من الاحزاب
ومخرجه الى بني قريظة ومحاصرته اياهم حدثني عبد الله بن ابي شيبة قال حدثنا ابن نمير عن
هشام عن ابيه عن عائشة قالت لما رجع النبي صلى الله عليه وسلم من الخندق ووضع السلاح واغتسل
اتاه جبريل فقال قد وضعت السلاح والله ما وضعناه اخرج اليهم قال فالى اين قال ههنا واشار
الى بني قريظة فخرج النبي صلى الله عليه وسلم اليهم

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۶۰)

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ خندق کے محاذِ جنگ سے واپس آئے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام اُن کے پاس آئے اور کہا آپ نے تو ہتھیار اُتار دیئے لیکن ہم لوگوں نے ابھی تک نہیں اُتارے۔ اُن کی طرف (جنگ کے لئے) نکلیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کس طرف، جبرائیل نے کہا کہ اس طرف، اور بنوقریظہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس نبی ﷺ اُس طرف جنگ کے لئے چلے گئے۔

فرشتے جب نبی ﷺ کے علاوہ کسی کو نظر نہ آئے تب ہتھیاروں سے مسلح تھے اور جب جنگ اُحد میں سعد بن ابی وقاصؓ نے دیکھے تو اُن کے بدن پر سفید کپڑے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے:

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا
ابراهيم بن سعد عن ابيه عن جده عن سعد بن ابي وقاص قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يوم احد ومعه رجلان يقاتلان عنه عليهما ثياب بيض كأشد القتال ما رأيتهما قبل ولا بعد

(فوٹو: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۹۰)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اُحد کے دن رسول ﷺ کے ساتھ دو شخصوں کو دیکھا جو آپؐ کے دفاع میں جنگ کر رہے تھے ان دونوں کے اوپر سفید کپڑے تھے اور وہ شدید جنگ کر رہے تھے۔ میں نے ان کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔

مسلم کی حدیث میں اس بیان کے بعد اُن کے نام جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام بھی آئے ہیں۔ (مسلم عربی، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲)

بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ بدر و حنین میں اُن کے سروں پر رنگین عمامے تھے۔ کپڑے، ہتھیار، عمامے تو فرشتے پہن سکتے ہیں مگر جوتے نہیں پہن سکتے۔ برزخ میں انسانوں کے پاس آئیں تو لازم ہے کہ ننگے بدن، ننگے سر اور ننگے پیر آئیں، ورنہ اپنے استدلال کے پائے چوبیں کی طرح سخت بے تمکینی کا مُداوا مشکل ہو جائے گا۔

ان سارے دلائل کے بعد بھی صبر نہیں ہو پاتا اور کہا جانے لگتا ہے کہ فرشتوں کی جوتیوں کی آواز کیا معنی، وہ اڑ کر آتے ہیں چل کر تو نہیں۔ اب اگر بخاری کی **حدیث جبرئیل** کے یہ الفاظ سامنے رکھ دیئے جائیں:

... انّ رسُول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم کان یومًا بارزًا للنّاس اء ذأ تاه رَجُل '' یَمْشِی ... (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ لقمان، جلد۲، عربی صفحه ۷۰۴)

ترجمہ: ...رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ کھلے بیٹھے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک صاحب (جبرئیلؑ) چلتے ہوئے آئے ... تو کیا کریں گے۔

بخاری کی اِس حدیث کی تیسری شرح ان لوگوں سے منقول ہے جو قرآن اور حدیث کے فیصلہ کے بعد بھی اس بات پر مصر ہیں کہ دُنیاوی قبر کا مردہ رُوح کی واپسی کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے اور اسی مُردہ سے سوال و جواب ہوتا ہے اور اس کے بعد اسی پر عذاب و راحت کا قیامت تک کا دور گزرتا ہے۔

اور اس بات کے ثبوت میں براء بن عازبؓ سے منسوب زاذان کی اس روایت کو دلیل بناتے ہیں جس کو اہل علم نے منکر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کے اصل راوی زاذان میں شیعت ہے۔ اور وہ اپنے مخصوص عقیدہ کو روایت کی شکل میں لے آیا (اس روایت پر تفصیلی بحث ہماری کتابوں، "یہ مزار یہ میلے" اور "ایمان خالص" قسط دوم میں موجود ہے۔) حالانکہ بخاری کی اس صحیح حدیث کی دو اور شرحیں بھی ہیں جو نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ سے نہیں ٹکراتیں، لیکن کیا کیا جائے۔ پسند بہر حال اپنی پسند ہوا کرتی ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن انسان زندہ ہوگا:

ثُمَّ اِنَّکُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوۡنَ ؕ ثُمَّ اِنَّکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ تُبۡعَثُوۡنَ ؕ (سورۃ المومنون، آیت ۱۵-۱۶)

ترجمہ: پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی۔ اور اُس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے۔

آخر قبر کا مردہ قیامت سے پہلے قبر میں کیسے زندہ ہو جاتا ہے تو جواب نہیں ملتا۔ پوچھا جائے کہ:

کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ۚ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ○ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا فرمائی۔ پھر وہی تمہاری جان سلب کرے، پھر تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

سورۃ البقرہ کی اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ زندگیاں تو صرف دو ہیں آخر قبرِ دُنیا کی یہ تیسری زندگی آپ کہاں سے لے آئے تو چپ ہو جاتے ہیں اور بس۔

عرض کیا جائے کہ سورۃ المومن میں قیامت کے فیصلہ کے وقت کفار کہیں گے:

قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَ اَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَہَلۡ اِلٰی خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ○ (سورۃ المومن، آیت ۱۱)

ترجمہ: کافر کہیں گے اے ہمارے رب تو نے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں۔ کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔

بتایئے کہ دو زندگیوں اور دو موتوں کے بعد یہ تیسری زندگی اور تیسری موت کیسی، تو سنبھل کر

ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو کیا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مردہ کو گائے کے ٹکڑے سے مار کر زندہ نہیں کیا گیا۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ نہیں کر دیا کرتے تھے، اُس شخص کی راکھ کو کیا اللہ تعالیٰ نے جمع کر کے زندہ نہیں کیا جس نے اولاد کو وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کو جلا کر راکھ سمندر میں بہا دیں۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ تین زندگیاں اور تین موتیں ہوتیں ہیں۔ کہا جائے کہ یہ تو انبیاء کے معجزات اور اللہ کی کرشمہ کاری کی نشانیاں ہیں تو سر ہلنے لگتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا کہ رُوح کا تھوڑا سا تعلق اس قبر والے مردہ جسم سے بہر حال باقی رہتا ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر قرآن کے اس فرمان کا کیا ہو گا کہ قبر کے مُردے بالکل مُردہ ہیں اُن میں جان کی رمق تک نہیں ہے۔

اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۔ (النحل، آیت ۲۱)

ترجمہ: مُردے ہیں، جان کی رمق تک نہیں۔

اور

وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ط (سورۃ المومنون، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دُوسری زندگی کے دن تک۔

قرآن کی اِن آیتوں کی وضاحت کے بعد مُردہ بدن سے جان کا تھوڑا سا تعلق بھی کیا معنی؟ تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

یاد دلایا جائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے، اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی۔

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ۔ (سورۃ بنی اسرائیل، آیات ۴۹، ۹۸)

ترجمہ: تو پھر ہمیں کون بنا کر زندہ کرے گا۔

جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہی جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ اور یہ بھی کہ مٹی انسان کے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ (سورۃ ق، آیت ۴)

مزید برآں بخاری اور مسلم کی حدیث جو پہلے گذر چکی ہے بیان کرتی ہے کہ **عجب الذنب** کے علاوہ مٹی جسمِ انسانی کی ہر چیز کو برباد کر دیتی ہے۔ اب بتایا جائے کہ قرآن و حدیث کی اس کھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبرِ دنیا کے مُردہ پر عذاب و راحت کا دور کیسے گزرے گا۔ کافر گرز کی مار کے بعد کیسے چیختا رہے گا، کان کہاں ہوں گے جو زیارت کرنے والے مومن کا سلام سنیں اور زبان کہاں ہو گی کہ جواب دے۔ آنکھیں کس طرح دیکھیں گی، اور گھر والوں کے اعمال کس کے اوپر پیش کیے جائیں گے اور یہ جو بڑے بڑے مشہور حضرات اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے مثلاً امام احمد بن حنبل، ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم وغیرہ (ہماری کتاب کے آخر میں فتاوے ملاحظہ فرمائیے) اُن کی حمایت میں آپ کے پاس کیا دلیل ہے تو دلیل سامنے نہیں آتی اور قلیب بدر کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے۔

قلیبِ بدر کے واقعہ کی پوری تفصیل ہماری کتاب "یہ مزار یہ میلے" میں موجود ہے۔ جہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے، اور اس واقعہ کے بارے میں صحابہ اکرامؓ میں صرف دو رائیں ہیں۔ عائشہؓ سننے سے "علم" مراد لیتی ہیں اور عبداللہؓ بن عمرؓ اس کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہر مردہ کو زندہ کر کے سننے والا بنا دیا جاتا ہے، یہ کسی صحابی کا عقیدہ نہیں تھا۔ مگر لوگوں نے کس خوبصورتی کے ساتھ خاص کو عام بنا کر اپنی من مانی بات ثابت کرنے کی راہ نکال لی۔ اگر قلیب بدر کے کفار زندہ ہو گئے، سننے لگے تو پھر اُن کو موت کب آئے گی اور کیا ان کو تین زندگیوں اور تین موتوں سے سابقہ پیش آئے گا۔

اور اگر کہا جائے کہ بخاری کی اس حدیث کا کیا جواب ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے:

حدثنا عمرة

بنت عبد الرحمن انها اخبرته انها سمعت عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت انما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی یهودیة یبکی علیها اهلها فقال انهم لیبکون علیها وانها لتعذب فی قبرها

(فوٹو: صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۱۷۲)

ترجمہ: عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ (عورت) پر گزرے (قبر پر نہیں) اس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رو رہے ہیں اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

اور مسلم میں یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور لوگ اس یہودی کے اوپر رو رہے تھے۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں اور اُسے عذاب ہو رہا ہے۔

(مسلم عربی، جلد ۱، صفحہ ۳۰۳)

بخاری کی اِس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی زمین کے اوپر تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اِس یہودی عورت کو اُس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دُنیاوی نہیں۔ اور یہی بات مسلم کی حدیث بھی ثابت کرتی ہے۔

کلام المیّت علی الجنازہ (مُردہ کا کلام جنازہ پر)

بخاری اِس حدیث کے بعد انہی کی دوسری حدیث کو لاکر کہا جاتا ہے کہ دیکھو مردہ کاندھے پر جب اٹھایا جاتا ہے تو بولنے لگتا ہے۔ نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور بُرا ہے تو چیختا ہے کہ ہائے ہائے کہاں لئے جا رہے ہو، بھائی اِس حدیث میں تو صاف آ گیا کہ یہ مردہ ہے زندہ نہیں۔ پھر اس سے زندگی کا اثبات کیسا۔ رہا اس کا بولنا تو قرآن کی متشابہات کی طرح اس حدیث کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ رُوح بولتی ہے۔ کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبانِ حال کا قول ہے۔ بہر حال یہ مردہ، مردہ ہے زندہ نہیں... بخاری نے بھی باب باندھ کر بتلایا کہ وہ اس کو مردہ مانتے ہیں بولنے والا زندہ نہیں۔

گذارش کی جائے کہ دُنیاوی زندگی کی ایسی دلیل سے فائدہ جب آپ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ دفن کئے جانے کے بعد ہی مردہ میں جان ڈالی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو کر، دفنا کر جانے والے قدموں کی چاپ سننے لگتا ہے۔ پھر، دفنانے سے پہلے زندہ ہو جانے کو دلیل بنانا آپ کے لئے تو مناسب نہیں ہے، تو سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ اور...

دو قبروں پر ٹھنیوں کا لگایا جانا

ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے کہ بخاری کی یہ بھی تو حدیث ہے کہ نبی ﷺ دو مومنوں کی قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور بڑی باتوں پر نہیں (بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں) ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا ادھر کی سنی ادھر کہتا پھرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک ہری شاخ منگوائی اور دو حصے کر کے ایک ایک حصہ قبر پر لگا دیا اور کہا مجھے امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اللہ ان پر عذاب میں کمی رکھے گا۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ جن قبروں پر ٹہنیاں لگائی گئیں تھیں اِنہی قبروں کے اندر ان دنوں مُردوں کو

عذاب دیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مُردہ جسم میں روح واپس نہیں آسکتی، اور ظاہر ہے بغیر روح کے عذاب وراحت بے معنی ہیں۔ اس طرح صحیح حدیث کے غلط معنی لے کر قرآن وحدیث کو جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے اِس عمل سے صحابہؓ کے ذہنوں میں اُسی بات کو راسخ کرنا چاہتے تھے جس کو آپؐ نے عائشہؓ سے خطاب کر کے یوں ارشاد فرمایا تھا:

يَا عَائِشَه اِيَّاكِ وَمُحقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔

ترجمہ: اے عائشہؓ حقیر سمجھنے والے گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ کی طرف سے فرشتے ان کو بھی لکھتے رہتے ہیں۔

آپؐ اپنے اِس عمل سے اسی بات کو اپنے صحابہؓ کے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ کر دینا چاہتے تھے۔ جیسے ایک لیکچر دینے والا اپنی زبان سے ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تختۂ سیاہ پر بھی اُسی کو لکھا جاتا ہے تاکہ کان کا سُنا اور آنکھ کا دیکھا دونوں یاد رہیں۔ پھر آپؐ نے دو شاخیں لگا کر جو یہ کہا کہ اللہ سے اُمید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی اُن پر عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی، تو آپؐ کی یہ سنت تھی کہ اگر تعلیم وتربیت کے پیشِ نظر، کسی مومن کے خلاف آپؐ کوئی بات کرتے تو کسی نہ کسی طرح اُسے نفع پہنچا کر اُس کی تلافی بھی کر دیتے۔ یہ دُعا بھی اُسی طرح کی ہے۔

رہا یہ کہ شاخیں دنیاوی قبروں پر کیوں لگائیں، تو ان دُنیاوی قبروں پر اس لئے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لے جا کر اُن کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا۔ صرف یہ بتانا تھا ان قبروں میں جو مُردے دفن کئے گئے تھے اُن پر برزخ میں یہ حالات گزر رہے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطلاع غیب اور رُسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اب اس حدیث کی من مانی تشریح کر کے اس سے یہ نکالنا کہ انہی دنیاوی قبروں میں، دُنیاوی جسموں پر عذاب ہو رہا تھا، بڑی جسارت اور نبی ﷺ پر کتاب اللہ کے جھٹلانے کا غلط الزام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کتاب اللہ کی تبیین، تشریح اور تائید کیلئے بھیجے گئے تھے اُس کو جھٹلانے کے لئے تو نہیں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ (سورۃ النحل، آیت ٤٤)

ترجمہ: اور ہم نے یہ قرآن آپؐ پر نازل کیا تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے اس کی تشریح اور توضیح کرتے جائیں جو اُن کیلئے اتارا گیا ہے اور لوگ غور وفکر کریں۔

اسی طرح بعض انتہائی ہوشیار، بریدۃ الاسلمیؓ کی وصیت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قبر میں کھجور کی دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی تھی۔ بخاری باب "الجريد على القبر" لا کر بتلاتے ہیں کہ یہ اُن کی بات وصیت کے وقت کی ہے ورنہ عبداللہ بن عمرؓ نے جب عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر خیمہ دیکھا تو حکم دیا:

یاغلام انزعه، فانما يُظلّه عمله۔ (صحیح بخاری، عربی جلد ۱، صفحہ ۱۸۱)

ترجمہ: اے لڑکے خیمہ ہٹا دے ان کے اُوپر تو اُن کا عمل سایہ کرے گا (شاخ یا خیمہ نہیں)۔

قبر کی وسعت و تنگی

اسی طرح "قرع نعال" کی بخاری کی حدیث میں قتادہ کا یہ اضافہ کہ:

و ذكر لنا انه يفسح له في قبره

ترجمہ: ہم سے ذکر کیا گیا کہ اس کی (مومن کی) قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

سے یہی دنیاوی قبر مراد لینا صحیح نہیں ہے اس زمین کے حدودِ اربعہ میں اس تغیر کی گنجائش

کہاں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل ترمذی کی روایت کے سلسلے میں آگے آئے گی۔

مسلم کی حدیثیں

بخاری کی حدیث کے بعد مسلم کی حدیثوں کو بھی اپنے غلط عقیدہ کے ثبوت میں استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ:۔

1۔ نبیؐ چند مشرکوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپؐ کا خچر بدکا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ قبریں کن لوگوں کی ہیں۔ بتایا گیا کہ مشرکوں کی۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے ان مشرکوں پر ان کی انہی دنیاوی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اور وہ چیخ و پکار کر رہے تھے۔ اسی شور کی وجہ سے خچر بدکا تھا۔ کتنے خچر، گدھے اور گھوڑے آج بھی قبرستانوں میں چرتے رہتے ہیں، ایک نہیں بدکتا۔ دراصل یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا کیونکہ اللہ غیب کی باتوں کا اظہار اور اس کی اطلاع صرف اپنے رسولوں کو دے دیتا ہے کسی اور کو نہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے۔ (غیب کی خبریں بتانے کیلئے تو) اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ اور

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (سورۃ الجن، آیت ۲۶)

ترجمہ: اللہ عالمُ الغیب ہے وہ اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا سوائے اپنے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے۔

نبیؐ کے معجزہ کو معمول بنا کر اپنے عقیدہ کے ثبوت میں پیش کرنا بلا کی چابکدستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاص واقعہ کے ظہور کے ذریعہ نبی ﷺ کی زبان سے اسی طرح کفار پر برزخی عذاب کی حقانیت کو صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں محفوظ فرما دیا جیسے دو مومنوں کی قبروں پر شاخیں لگا کر محفوظ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے اور مواقع بھی بہم پہنچائے ہیں تاکہ نبی ﷺ صحابہؓ کی توجہ اس طرف مبذول کرا کے غیب کی حقیقتوں کو ان پر واضح فرما دیں۔ جیسے صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کیساتھ تھے کہ ایک زور کے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ نبیؐ نے پوچھا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو خبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور اب وہ اس کی تہہ میں پہنچ کر ٹکرایا ہے اور تم لوگوں نے اس کی آواز سنی ہے۔ (صحیح مسلم، عربی جلد ۲، صفحہ ۳۸۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے معجزہ کے طور پر آپؐ کے صحابہؓ کو بھی جہنم کے قعر میں پتھر کے گرنے کی آواز سنوا دی لیکن معجزہ بہر حال معجزہ ہوتا ہے معمول نہیں جس طرح اس واقعہ سے یہ نکالنا کہ جہنم کی آواز بغیر معجزہ کے بھی سنی جا سکتی ہے اور جہنم کہیں قریب ہے صحیح نہیں، اسی طرح خچر کے بدکنے سے یہ نکالنا بھی صحیح نہیں کہ انہی دنیاوی قبروں کے عذاب اور عذاب والوں کی چیخ و پکار سے وہ بدکا تھا۔

عمرو بن العاصؓ کا واقعہ

مسلم کی اس حدیث سے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاصؓ پر جب سکراتِ موت کا عالم طاری تھا (**وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ**) تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس

رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے رسولوں (فرشتوں) کو کیا جواب دوں، الفاظ یہ ہے:

ثمّہ اَقیمو احوال قبری قدر ما ینحر جزورویُقسم لحمھا حتّٰی استا نس اعلم ما ذا ارجع بہٖ رسل ربّی

یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ ہیں "**وَھُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمَوْت**" ایسے وقت کی بات جب آدمی اپنے آپے میں نہ ہو قرآن وحدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے۔ خود نبی ﷺ کے واقعہ قرطاس کو نگاہ میں رکھنا مناسب ہے۔

بخاری روایت کرتے ہے کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن جب آپ ﷺ پر بیماری کی شدت تھی، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤ میں تمہارے لیے وہ لکھ دو کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ تو بعض صحابہؓ جن میں عمر بن خطابؓ بھی شامل تھے نے کہا کہ آپ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پریشانی کی کیفیت طاری ہے، اسی کے زیر اثر آپ ﷺ فرمار ہے ہیں اس لیے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے الفاظ یہ ہیں:۔

اَھَجَرَرَسُوْلُاللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ۔ (نسخۃالبخاری،صفحہ۶۳۸،جلد ۲ عربی،حاشیہ ٤،وفی بعضھااھجرمن باب الا فعال یعنی اَھُجَرَ)

اللہ کا شکر ہے کہ بخاریؒ نے یہ بات لاکر صحابہؓ کے دشمن ان سارے لوگوں کا منہ بند کر دیا جو کہتے ہیں کہ عمرؓ سب سے پہلے منکر حدیث ہیں اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی ان کی بات ماننے کے بجائے اپنی چلاتے تھے بخاری نے دکھایا کہ اس موقعہ پر عمرؓ کا یہ کہنا ہے ایک علت کی وجہ سے تھا جیسے نبی ﷺ کے اس حکم پر کہ مشرکوں کا اصرار ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے اور حدیبیہ کے اس صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہ لکھا جائے۔ علیؓ نے صلح نامہ میں لکھے ہوئے محمدؐ رسول اللہ سے رسول اللہ کا لفظ ہٹانے سے انکار کر دیا۔ عمرؓ کی یہ رائے ان کے اور بہت سے موافقات میں سے ایک موافقہ شمار کی جاتی ہے اسی وجہ سے اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ جس معاملہ میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں ایسی بات ہو سکتی ہے۔

بعض صحابہ نے کہا کہ "نہیں لکھوالینا چاہیے" اس طرح آوازیں بلند ہوئیں اور نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اٹھ جانے کا حکم دیا اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ چار دن اور حیات رہے لیکن آپؐ نے پھر ایسا کوئی حکم نہ دیا۔ اسطرح عمرؓ کا خیال صحیح ثابت ہوا۔

وفات سے چار دن پہلے جب نبی ﷺ بیماری کی وجہ سے بحرانی کیفیت طاری ہو سکتی ہے تو کیا عمرو بن العاصؓ پر اس اس وقت جبکہ وہ عین سکرات کی حالت میں ہوں، طاری نہیں ہو سکتی اور وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے کہ اگر پورے ہوش وحواس ہوتے تو کبھی نہ کہتے۔ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ اور دوسرے حضرات نے ان کی وصیت پر عمل بھی کیا تب تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر العاصؓ اور دوسرے حضرات کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ قبر میں دفن ہونے کے بعد عمرو بن العاصؓ پھر زندہ ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔

مزید برآں مسلم کی اس روایت کے متن اور سند دونوں پر کلام ہے متن میں ہے کہ دفن کرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی ڈالو اور اتنی دیر کھڑے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ تا کہ میں تم سے انس حاصل کر کے اللہ کیطرف سے آنے والے فرشتوں کو صحیح جواب سکوں۔" اس بات میں پورے قرآن کی نفی ہے قرآن کے لحاظ سے دفن کیۓ جانے والے مردے میں نہ تو زندگی ہوتی ہے اور نہ احساس۔" سند کے لحاظ سے اس روایت میں ابو عاصم (النبیل) ضحاک بن مخلد ہے جس کو عقیلی اپنی

کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ابو العباس نباتی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول پیش کر کے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء للعقیلی ورق ۱۷۱، میزان الاعتدال الجزء الثانی، صفحہ ۲۲۵)

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی میں نماز پڑھنا

مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپؐ موسیٰؑ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ الفاظ یہ ہیں:۔

مررتُ علی موسیٰ لیلۃ اُسریٰ بی عند الکثیب الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہ۔ (صحیح مسلم عربی، جلد ۲، صفحہ ۲۶۸)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا میں موسیٰؑ کی اس قبر پر سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث سے قبر کے شیداؤں نے "قبر میں زندگی" کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ، موسیٰؑ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعد میں ان کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادا نرالی ہے۔ صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے ہی سے ان کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں مانتے، ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰؑ کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرات شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء محمد ﷺ سے پہلے براق اور جبرئیلؑ کی رفاقت کے بغیر ہی آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰؑ بھی شامل تھے۔ اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء کو امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰؑ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی، پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء سے ملاقات ہوئی تو انکو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ جبرئیلؑ سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ **من ھذا یا جبرئیل** (یہ کون صاحب ہیں اے جبرئیلؑ) اور جبرئیلؑ نے بتلایا کہ "**ھذا اٰدم**" (یہ آدمؑ ہیں) "**ھذا عیسیٰؑ، ھذا موسیٰؑ، ھذا ابراھیمؑ**۔" (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۴۷۱۔۴۷۰، حدیث معراج عن ابی ذرؓ و مسلم، جلد ۱، صفحہ ۹۲۔۹۳) تو جواب میں چُپ سادھ لی جاتی ہے۔

دراصل معراج کی پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء کو دکھایا گیا ان کو ان کی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل وصورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا، وہ آسمانوں سے نیچے اُتر کر نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے۔ ورنہ یہاں اُن کو دیکھ کر جب نبی ﷺ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبرئیل سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ مزید برآں نبی ﷺ نے اُوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی، نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

نبی ﷺ کی قبروالوں کیلئے دُعا

مُسلم کی ایک اور روایت لائی جاتی ہے کہ نبی ﷺ قبر پر نماز ادا فرمائی اور کہا کہ ان قبروں کے اندھیروں کو اللہ تعالیٰ میری دُعا (صلاتی) سے نورانی کردیتا ہے الفاظ یوں ہیں

انّ ھذا القبور مملوّۃ ظلمۃ علیٰ اھلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلاتی علیھم۔ (مسلم، جلد ۱، صفحہ ۳۱۰۔۳۰۹)

اگر اس سے یہی دُنیاوی قبر مراد لی جائے تو پھر تو ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں، کوئی نیک کوئی بد۔ ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر اصل بات یعنی برزخ کی قبر مان لی جائے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ غرض ہر صحیح روایت کے مختلف معنوں میں سے صرف اپنے پسندیدہ معنی لے کر لوگوں نے دنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ کر دکھایا ہے۔ یہ اِن حضرات کا کمال ضرور ہے۔ لیکن افسوس یہ نہ دیکھا کہ اس طرح نصوصِ قرآنی اور واضح اِرشاداتِ نبوی ﷺ کا جو انکار لازم آئے گا اس کا علاج کیا ہوگا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہی حضرات جو امام احمد بن حنبل کی اِس بات کو صحیح مانتے ہیں کہ ملک الموت کے رُوح کو قبض کرنے کے بعد اسی قبر کے مردہ کے جسم میں لوٹا بھی دیا جاتا ہے اور وہ پھر زندہ ہو جاتا ہے، دورانِ گفتگو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ نیک انسانوں کی روحیں علیین میں اور برے لوگوں کی سجّین میں رکھی جاتی ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس تضاد بیانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ روحیں اگر قبض کرنے کے بعد مرنے والوں کے جسموں میں پھر لوٹا دی گئیں تو اب روحیں بچی کہاں کہ علّیین اور سجّین میں رکھی جا ئیں پھر اگر کہا جائے کہ علّیین اور سجّین روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں بلکہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے اعمال ناموں کے دفتر ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَالْفُجاَّ رِلَفِىْ سِجِّيْنٍ ط وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سِجِّيْن'' ط كِتٰب'' مَّرْقُوْم'' ط۔

(سورۃ المطفّفین ،آیت ۹۔۸۔۷)

ترجمہ: ہرگز نہیں، فاجروں کے اعمالنامے سجّین میں ہیں اور تم کیا جانو کہ سجّین کیا ہے۔ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ ط وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْن ط كِتٰب'' مَّرْقُوْم'' ط يَّشْهَدُ هُ الْمُقَرَّ بُوْنَ ط۔(سوۃ المطفّفین :۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: ہرگز نہیں، بے شک نیکوکاروں کے اعمالنامے علّیین ہیں اور تم کیا جانو کہ علّیین کیا ہے، وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ اُس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں گویا یہ بات پہلی مرتبہ آج ہی سنی ہے۔

قرآن کی اس بات کے انکار کی جراٗت نہ پا کر دوسری آیت کو پیش کیا جانے لگتا ہے کہ دیکھو ان لوگوں کے لئے جو ہمارے آیات کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے استکبار کرتے ہیں آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ ثابت ہوا کہ ان کی روحیں دنیا ہی میں رہتی ہیں۔ جواب میں کہا جائے کہ یہ قرآن کی ادیبانہ زبان ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال، ان کی دعاؤں اور خود ان کی ہرگز پزیرائی نہ ہوگی اور وہ کبھی جنت میں داخل نہ کئے جائیں گے تو یقین نہیں آتا اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ چلئے مانا کہ روحیں دنیا میں رہتی ہیں، لیکن قرآن کا ارشاد ہے کہ قیامت سے پہلے یہ اپنے جسموں میں واپس نہیں جاسکتیں، تو کیا اس دنیا میں بھٹکا کرتی ہیں اور ان لوگوں کا عقیدہ آپ کے خیال میں درست ہے جو بدروحوں کی ایذارسانی کے قائل اور بھوت پریت کے ماننے والے ہیں، تب بھی ہامی نہیں بھری جاتی اور ایکا یک رخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ اچھا قبر میں مردہ سے نبی ﷺ کی شبیہ دکھا کر جو یہ پوچھا جاتا ہے کہ:

مَا كُنْتَ تَقُوْ لُ فِىْ هٰذَا الرَّجُلُ۔

ترجمہ: کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا۔

یہ کیا معاملہ ہے کیا یہ اشارہ قریب ہے اور مردہ سے خطاب کا انداز نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ یہ مردہ بھی دنیاوی قبر میں زندہ اور نبی ﷺ کی شبیہ بھی فرشتوں کے پاس موجود۔ شبیہ کو نہ مانا جائے تو پھر

ماننا پڑے گا کہ مردہ کیلئے کشف کا انتظام ہوتا ہے اور وہ نبی ﷺ کو اپنی قبر سے دیکھتا ہے تب ہی تو جواب دیتا ہے۔ کہا جائے کہ یہ بات میّت سے فرشتے کہتے ضرور ہیں مگر اس دنیاوی قبر کے بجائے برزخ میں، اور ھٰذا کا اشارہ مجاز ہے، اس سے مراد عہد ذہنی ہے۔ جیسے شام میں... نبی ﷺ کے دعوتی فرمان کے بعد ابوسفیان بن حربؓ کو بلوا کر ہرقل نے کہا تھا کہ:

اِنّی سائِل" ھذاعن ھذا الرجل۔ (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ٤)

ترجمہ: میں اس سے (ابوسفیانؓ سے) اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا۔ حالانکہ نبی ﷺ وہاں سے سیکڑوں میل دور مدینہ میں تھے۔ رہا شبیہہ اور کشف کا معاملہ تو اس کی کوئی اصل نہیں، تو برا مان جاتے ہیں۔

آخر میں ترمذی کی ایک موضوع (گھڑی ہوئی) روایت لا کر اپنی طرف سے گویا اتمامِ حجت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:۔

حدثنا محمد بن أحمد بن مدويه حدثنا القاسم بن الحكم العرني حدثنا عبيد الله بن الوليد الوصافي عن عطية عن أبي سعيد قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم مصلاه فرأى ناسا كأنهم يكتشرون قال أما إنكم لو أكثرتم ذكر هاذم اللذات لشغلكم عما أرى فأكثروا من ذكر هاذم اللذات الموت فإنه لم يأت على القبر يوم إلا تكلم فيه فيقول أنا بيت الغربة وأنا بيت الوحدة وأنا بيت التراب وأنا بيت الدود فإذا دفن العبد المؤمن قال له القبر مرحبا وأهلا أما إن كنت لأحب من يمشي على ظهري إلي فإذ وليتك اليوم وصرت إلي فسترى صنيعي بك قال فيتسع له مد بصره ويفتح له باب إلى الجنة وإذا دفن العبد الفاجر أو الكافر قال له القبر لا مرحبا ولا أهلا أما إن كنت لأبغض من يمشي على ظهري إلي فإذ وليتك اليوم وصرت إلي فسترى صنيعي بك قال فيلتئم عليه حتى تلتقي عليه وتختلف أضلاعه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بأصابعه فأدخل بعضها في جوف بعض قال ويقيض الله له سبعين تنينا لو أن واحدا منها نفخ في الأرض ما أنبتت شيئا ما بقيت الدنيا فينهشنه ويخدشنه حتى يفضى به إلى الحساب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار

هذا حديث حسن غريب

ترجمہ: عطیہ روایت کرتا ہے کہ ابوسعید (محمد بن السائب کلبی، ابوسعید الخدریؓ نہیں) نے کہا کہ رسول ﷺ نماز کیلئے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرو تو وہ تم کو اس کیفیت سے باز رکھے جس میں تم کو مبتلا پا رہا ہوں۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو۔ میں پردیس کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، اور جب قبر میں مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے، اور کہتی ہے کہ تو میرے نزدیک بہت ہی محبوب تھا ان لوگون میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے تھے اب کہ تو میری آغوش میں آیا اور میرے قبضے واختیار میں ہے دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کس بھلائی کا سلوک کرتی ہوں۔ پھر کہا گیا کہ قبر اس مومن بندے کے لئے حدِ نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے۔ اور جنّت کی طرف سے ایک دروازہ اس قبر میں کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب ایک فاجر اور کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا" نامبارک وناپسندیدہ" تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں سب سے برا تھا۔ پس اب کہ تو میرے قبضہ میں آ ہی گیا تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا برا سلوک کرتی ہوں۔ کہا گیا کہ اب یہ قبر اس کو دباتی اور بھینچتی ہے، یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتایا کہ اس طرح۔ پھر اس پر ایسے ستر اژدھے مسلط کر دیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا زمین میں پھنکار مار دے تو جب تک دنیا باقی ہے زمین کوئی چیز بھی نہ اگا پائے۔ یہ اژدھے اس کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اسے حساب کیلئے لے جایا جائے گا۔ پھر راوی نے کہا کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے

ایک گڑھا۔ (ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت غریب ہے اور سند کے علاوہ دوسری سند مجھے معلوم نہیں۔)
(ترجمہ رویت ترمذی، عربی جلد۲، صفحہ ۶۹)

اس روایت کو پیش کرنے والے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ ان کی اپنی بات کی تائید کرنے کی بجائے مخالف رائے رکھنے والوں کی بات کو صحیح بتاتی ہے۔ روایت کے آخری حصہ میں ہے کہ فجار اور کفار پر ستر اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اس کو ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر کچھ بھی نہ اگے۔ اب دیکھئے کہ اس زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں اور ان میں کتنے اژدھے ہوں گے جو مردہ کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے پھنکار مارنا تو معمولی بات ہے پھر بھی زمین پر سبزہ بھی اگتا ہے اور درخت بھی۔ معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہوسکتا کہیں اور ہوگا۔ اسکے بعد ذرا اس روایت کے حال پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوسعید، رسول اللہ ﷺ سے روایت کر تے ہیں اور ابوسعید سے عطیۃ (بن سعد بن جنادہ) جیسے فوٹو سے صاف ظاہر ہے اب اس عطیۃ کا جو ابوسعید کہہ کر روایت کرتا ہے حال ملاحظہ فرمایا جائے۔

عطیتہ بن سعد بن جُنادۃ

امام مسلم کہتے ہیں کہ احمد نے عطیۃ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ضعیف ہے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عطیۃ "الکلبی" کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے تفسیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا اور الکلبی کی کنیت اس نے اپنی طرف سے ابوسعید مقرر کر لی تھی اور اس سے سنی ہوئی بات کے متعلق کہتا تھا کہ مجھ سے ابوسعید نے حدیث بیان کی۔

ابواحمد الزبیری کہتے ہیں کہ میں نے "الکلبی" کو کہتے ہوئے سنا کہ عطیۃ نے کہا میری کنیت ابوسعید رکھ لی ہے۔ وہ اہل کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ابن حبان نے کہ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ عطیۃ نے ابوسعید الخدریؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو وہ "الکلبی" کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا اور اپنی ساری صفات کیساتھ، پس جب "الکلبی" کہتا کہ رسول ﷺ نے یہ کہا (حالانکہ "الکلبی" صحابی نہیں تھا، اس کی شیعت کا بیان اور اس کی صفات کا ذکر آگے آرہا ہے) تو وہ اسے حفظ کر لیتا اور "الکلبی" کی کنیت جو اس نے اپنی طرف سے ابوسعید رکھ لی تھی اس سے روایت کرتا اور کہتا کہ مجھ سے ابو سعید نے روایت کی اور لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا کہ یہ ابوسعید الخدریؓ کی روایت ہے حالانکہ اس سے مراد "الکلبی" ہوتا۔ اس سے حدیث لکھنا حلال نہیں۔ الّا یہ کہ کوئی عجائب وغرائب بیان کرنا چاہے۔ ابوبکر البزار نے کہا وہ شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶)

محمد بن السائب "الکلبی"

عطیۃ کے بعد اس کے استاد محمد بن السائب "الکلبی" کا حال سنیئے جس کو اس نے ابوسعید کی کنیت سے نوازا تھا۔

معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک ان میں سے الکلبی ہے۔ اور انہی سلیمان سے لیث بن ابی سلیم نے روایت کی کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں ایک الکلبی اور دوسرا السدی (محمد بن مردان جس کی مشہور روایت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کہا کہ جو میری قبر پر درود سے پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دُور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے)۔

الزائدۃ نے کہا میں "الکلبی" کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں اس کو یہ کہتے ہوئے سنا

کہ میں بیمار ہوا اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب بھول گیا۔ پس میں آلِ محمدؐ کے پاس آیا انہوں نے میرے منہ میں تھوکا اور بھولا ہوا سب مجھے یاد آ گیا۔ اس بات پر میں نے اسے ترک کر دیا۔

ابو جزء نے کہا کہ "الکلبی" کافر ہے میں نے اُس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام، نبی ﷺ پر وحی کر رہے تھے کہ نبی ﷺ کسی کام سے اٹھ گئے اور علیؓ آپؐ کی جگہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے علیؓ پر وحی نازل کر دی، یزید بن زریع نے کہا کہ میں نے اس سے یہ بات تو نہیں سنی لیکن میں نے اسے سینہ کوبی (ماتم) کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہے۔ وہ کہتا جاتا تھا کہ میں سبائی ہوں، میں سبائی ہوں۔ عقیلی کہتے ہیں کہ سبائی روافض کی وہ شاخ ہے جو عبداللہ بن سبا کی پیروی کرتے ہیں جور جانی نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ ابنِ حبان کی بھی یہی رائے ہے۔ الساجی کہتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا۔

(تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۱۸۰ ۔ ۱۷۸)

اب عطیہ اور اس کے استاد، جعلی ابوسعید "الکلبی" کی اس روایت سے یہ استدلال کہ قبر کے دو گز زمینی گڑھے میں روح پھر واپس آ جاتی ہے اور مردہ زندہ ہو کر دیکھنے، سننے اور سمجھنے لگتا ہے۔ مومن ہے تو اس کی قبر کے حدودِ اربعہ میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ قبر حدِ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے، جنت کی کھڑکی اس میں کھل جاتی ہے۔ اور اگر فاجر اور کافر ہے تو یہی قبر دباتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں اور ستر زہریلے اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے اور ہر ایک ان میں ایسا زہریلا ہے کہ اگر زمین میں ایک پھونک مار دے تو قیامت تک زمین کوئی چیز نہ اگا پائے۔ کہا جائے کہ ایک قبر میں مومن اور کافر دونوں کے بدن کے اجزا موجود ہیں تو کیا دونوں پر جنت کی ہوائیں چلیں گی اور دونوں کو زمین دبائے گی، مومن کے بارے میں تو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے، تو فوراً مسند احمد کی منکر روایت پیش کر دی جاتی ہے کہ کیا سعد بن معاذؓ کو زمین نے نہیں دبایا تھا۔ معاذ اللہ۔ جس صحابی کی موت پر بخاری کی حدیث یہ بیان کرے کہ عرش الٰہی جنبش میں آ گیا اس کے ساتھ قبر کی زمین کا یہ سلوک۔ حالانکہ عطیہ کی اس کی جھوٹی روایت کے لحاظ سے تو اس کو حدِ نگاہ تک وسیع ہو جانا چاہیے تھا۔ کیا طرفہ تماشا، کیا بوالعجبی ہے۔

ترمذی کی اس روایت میں عطیہ اور "الکلبی" عرف ابوسعید کی، صحابہؓ دشمنی صاف جھلک رہی ہے، ان دونوں نے انؓ کی موت سے غافل، قہقہے لگانے والا ظاہر کیا ہے۔

بات صاف ہو گئی اور یہ معمولی بات ہے بھی نہیں، بلکہ یہ ایمان باللہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسول ﷺ کا معاملہ ہے، جس طرح عذاب قبر کا انکاری بہر حال ایمان دار نہیں ہے اسی طرح جو یہ عقیدہ رکھے کہ اس دنیاوی قبر کے مردہ میں روح واپس آ جاتی ہے۔ اسی کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے، سوال و جواب ہوتا ہے اور اَب اُسی پر قیامت تک دُنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گزرتا رہے گا وہ بھی ایمان سے خالی ہے۔ ان دونوں پر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ نے حجت تمام کر دی۔ آج حال یہ ہے کہ ایک طرف قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہؓ، امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ ہیں جن کا فیصلہ یہ ہے کہ روح بدن سے نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آسکتی اور نہ دنیاوی جسم سے اس کا کسی قسم کا کوئی تعلق باقی رہتا ہے، یہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک نہیں ہوتی" دوسری طرف...

امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ایک جمِ غفیر ہے، جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح کے واپس آ جانے کا قائل اور اسی دنیاوی قبر میں قیامت تک مردہ پر عذاب یا راحت کے سارے

حالات کے گزرنے کا اقراری ہے۔ یہ دونوں عقیدے جو قرآن اور حدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں ایک نہیں، ان میں زمین و آسمان کی دوری اور ایمان و کفر کا فرق ہے۔ ایک کا ماننے والا بہر حال دوسرے کا کافر ہے۔ اب کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ لوگوں کو اختیار ہے، جس کا دل چاہے قرآن اور حدیث کی بات مانے اور جس کی مرضی میں آئے وہ گلُ ہائے عقیدت کی رنگینیوں کے فسوں سے از خود رفتہ ہو کر... شوقِ گل بُوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دے۔

اُمت کی بدنصیبی کہ آج عذابِ قبر کے اس عظیم مسئلہ کو فروعی مسئلہ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، حالانکہ دنیاوی قبر میں عذابِ قبر کا اثبات "حیات فی القبر" کے ہم معنی اور قبر پرستی کے شرک کی اصل اور بنیاد ہے اسی لئے شیطان نے اس مسئلہ میں اس وقت کہ نبی ﷺ کی میتِ مبارکہ ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی امت کے دوسرے نمبر کے بزرگ ترین ولی، عمر بن خطابؓ کو فریب دینے کی کوشش کی تھی۔ اللہ کا کرم کہ ابو بکر صدیقؓ نے دشمنِ ایمان کے اس وار کو اسی پر الٹ دیا اور دو صدیوں تک اس کی ایک نہ چلی۔ پھر ۲۲۰ھ کے مسئلہ خلقِ قرآن کے ہیرو امام احمد بن حنبل پر اس کا وار ہوا۔ افسوس کہ تاب نہ لا سکے۔ اب ان کی شہرت اور ان کیساتھ بے پناہ عقیدت کے سہارے اس ازلی دشمن کو، قبر پرستی کے شرک کی بنیاد کہ مرنے والا دنیاوی قبر میں زندہ ہے۔ اُمت کے عقیدہ میں داخل کرنے اور قائم رکھنے کا موقع مل گیا، پھر دُنیا بھی لٹی گی اور آخرت بھی برباد ہوگئی۔ اور آج ہر طرف شرک و کُفر کے سیاہ سائے راج کر رہے ہیں۔ آیئے! کہ اللہ کا نام لے کر اصلاح حال کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیکھیں اور اللہ غالب و توانا پر جس نے نصرت کا وعدہ کیا ہے توکل کریں۔

اگلے صفحات پر مختلف مسالک کے مشہور علماء کے عقیدوں کے فوٹو موجود ہیں جو یہ ثابت کر رہیں ہیں کہ تبع تابعینؒ کا زمانہ گزرتے ہی اِس باطل عقیدے کو ہمہ گیر قبُولیت حاصل ہوگئی اور آج تک حاصل ہے۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹائے اور توحید خالص کو پھیلانے کیلئے ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہو؟ اور... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کے نقوشِ قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کیلئے ہمارے ہمسفر بنیں؟

نوٹ

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں۔ خط لکھ کر ہم سے ہماری دوسری کتابیں بھی طلب فرمایئے۔

فوٹو عقائد مشاہیر علماء مسالک

دیوبند

بانی دیوبند قاسم نانوتوی صاحب، محمود الحسن صاحب، اشرف علی تھانوی صاحب وغیرہ

عقیدہ دربارہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے۔

(فوٹو المھند (عقائد علماء دیوبند، مرتبہ) مولانا خلیل احمد صاحب ص ۱۶ مطبوعہ قرآن محل کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کے بارے میں انکا عقیدہ ہے:

''وہ حصہ زمین جو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ و عرش وکرسی سے بھی افضل ہے''۔

(عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔ دارالاشاعت۔ صفحہ نمبر ۲۱۹)

بریلی بانی مسلک احمد رضا خان صاحب

عرض: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً اُن کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دینویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن

عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

فوٹو: ملفوظات اعلحضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی ص ۳۲ حصہ سوم مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

تبلیغی جماعت

تبلیغی جماعت کا عقیدہ صرف یہی نہیں ہے کہ نبی ﷺ اپنی مدینہ والی قبر کے اندر زندہ ہیں بلکہ اس کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ اُمت کے سارے حالات سے باخبر بھی رہتے ہیں، قبر پر آنے والے کو دیکھتے، پہچانتے، اس کے سلام، اس کی گفتگو کو سنتے، سمجھتے اور جواب بھی دیتے ہیں قبر کی دیوار سے باہر ہاتھ نکال کر مصافحہ بھی کرتے ہیں اور اگر مناسب سمجھیں تو قبر سے باہر نکل کر مشکل کشائی اور دستگیری کے لئے حاضر بھی ہو جاتے ہیں اور پھر واپس جا کر قبر کے اندر سے پڑھنے والے کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں. لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جب آپ ﷺ قبر سے باہر ہوتے ہیں تو قبر پر پڑھے جانے والے درود و سلام کا کیا ہوتا ہے. ملاحظہ ہو:

۱۲: سیّد احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابرِ صوفیہ میں ہیں اُن کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دوشعر پڑھے۔

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا   تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّی وَهِیَ نَائِبَتِیْ

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ   فَامْدُدْ یَمِینَکَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

ترجمہ: دُوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمتِ اقدس بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چُومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دستِ مُبارک عطا کیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔"

اس پر قبر شریف سے دستِ مُبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطیؒ) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمہ مسجد نبوی ﷺ میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سُبحانی قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے (البنیان المشید)

(فوٹو: فضائل حج صفحہ ۱۵۱ ، مکتبہ امدادیہ ملتان، مصنفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب)

نبی ﷺ کا اپنی قبر سے باہر آ کر درود پڑھنے والے جوان کی مشکل کشائی کرنا

۴۶۔ حافظ ابو نعیمؒ حضرت سُفیان ثوریؒ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا. میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو یوں کہتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ .میں نے اس سے پوچھا کیا کسی علمی دلیل سے تیرا یہ عمل ہے؟ (یا محض اپنی رائے سے) اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا سُفیان ثوریؒ .اس نے کہا کیا عراق والے سفیان. میں نے کہا ہاں! کہنے لگا تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے میں نے کہا ہاں ہے.اس نے پوچھا کس طرح معرفت حاصل ہے؟ میں نے کہا رات سے دن نکالتا ہے، دن سے رات نکالتا ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا کرتا ہے .اس نے کہا کچھ نہیں پہچانا ۔ میں نے کہا پھر تو کس طرح پہچانتا ہے؟ اس نے کہا کسی کام کا پختہ ارادہ کرتا ہوں اس کو فسخ کرنا پڑتا ہے اور کسی کام کے کرنے کی ٹھان لیتا ہوں مگر نہیں کر سکتا. اس سے میں نے پہچان لیا کہ کوئی دوسری ہستی ہے جو میرے کاموں کو انجام دیتی ہے ۔ میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا چیز ہے؟ اس نے کہا، میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا میری ماں وہیں رہ گئی تھی (یعنی مرگئی) اس کا منہ کالا ہوگیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے. اس سے میں نے

اللہ جل شانہٗ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا. اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا، اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا. میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا. انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد (ﷺ) ہوں میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھا کر. (نزہتہ)۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فوٹو: (فضائل درود صفحہ۱۲۲،۱۲۱ فصل پنجم ۔ مکتبہ اشرفیہ، رائے ونڈ، لاہور)

۴۸: شیخ نجم الدین اِصفہانیؒ مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی، شیخ نجم الدین ہنسنے لگے، اور ان کی عادت ہنسنے کی بالکل نہیں تھی، بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، تو شیخ نے جھڑک دیا، کئی دن بعد فرمایا کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنیوالا قبر پر تلقین کیلئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے یہ کہتے ہوئے سُنا، **دیکھو جی حیرت کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے** (روض)۔

عرب میں بعض ائمہ مذہب ۱؎ کے موافق یہ دستور ہے کہ جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتا ہے، اور منکر نکیر کے سُوال جواب دہراتا ہے، اس کو تلقین کہتے ہیں، ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین

کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے، اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہوگا۔

(فوٹو: فضائل حج ص ۲۲۵، شیخ الحدیث زکریا صاحب، مکتبہ امدادیہ ملتان)

لے امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وغیرہ (کتاب الروح ص ۱۷، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ :ص ۲۸۹) المصنف۔

(روض)۔ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے۔قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا تین دن بعد ہوش آیا۔لوگوں نے قصہ پوچھا، اُس نے سارا حال سُنایا۔بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی۔اس سے پوچھا کہ قبر بتاوے۔اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں۔اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائیگا کہ یاد کرے گا۔اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا (روض)

(فوٹو: فضائل صدقات حصہ۲ ص ۲۵۲۔۲۵۳)

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا عقیدہ:

''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہیگا کیونکہ آپکی رسالت قیامت تک کیلئے ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی دنیا میں زندہ ہیں گو اس زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں کیا فرق ہے کیونکہ نہ اس پر امت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایسی فضول اور بےضرورت بحثوں کو پسند فرمایا ہے، بلکہ منع فرمایا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ مبارک میں زندہ ہونا اور آپکی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ امت قیامت تک عذابِ عام سے مامون رہے گی''۔

(توبہ واستغفار کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں۔از سید ابوالاعلیٰ مودودی۔صفحہ نمبر ۳۸)

اصحاب قبور سے درخواست دُعا۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ زور زور سے اُن ولی اللہ کو پکار کر یہ بات کہیں۔اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ہوسکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ نہ سُن رہے ہوں۔کیونکہ سماع موتی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کا سماع تو ممکن ہو، مگر ان کی روح اس وقت وہاں تشریف نہ رکھتی ہو، اور آپ خواہ مخواہ خالی مکان پر

آوازیں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کی روح تشریف فرما تو ہو مگر وہ اپنے رب کی طرف مشغول ہوں، اور آپ اپنی غرض کے لیے چیخ چیخ کر اُن کو اُلٹی اذیت دیں۔ (فوٹو رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۳۶۵)

مسئلہ حیات النبیؐ

اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ و رائے نہ رکھتا ہو اس سے قیات میں کوئی باز پرس نہ ہوگی اور اس کے انجام اخروی پر اس عدم رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے، کیونکہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدم صحت دونوں کا احتمال ہے۔ (ترجمان القرآن۔ دسمبر ۱۹۵۹ء) (فوٹو رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۴۴۰)

مولانا مودودی صاحب نے قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ کے اس عظیم الشان مسئلہ کو فروعی مسئلہ بنا دیا اور یہ فرما کر کہ جو اس مسئلہ میں ایک عقیدہ رکھے اور اُس کی تبلیغ بھی کرے وہ خطرے میں ہے'' ابوبکرؓ اور دوسرے تمام صحابہؓ کو خطرے میں ڈال دیا۔ قرآن و حدیث کے فیصلہ کے برخلاف یہ نظریہ بھی پیش فرمایا کہ رُوحیں جسم سے نکلنے کے بعد اس دُنیاوی قبر میں برابر آتی جاتی رہتی ہیں یعنی کبھی مردہ بدن سے وابستہ کبھی اُس سے الگ۔ دوسری بات یہ بتلائی کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر پہنچکر زور زور سے پکار کر اُن سے دُعا کی درخواست کرے تو عقیدہ کی خرابی لازم نہ آئے گا۔

امام اہل سنت حضرت امام احمد بن جنبل (المتوفی ۲۴۱ھ)

اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ!

والایمان بالحوض والشفاعة والایمان بمنکر و نکیر و عذاب القبر والایمان بملك الموت ٠ یقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور فیسألون عن الایمان والتوحید

(فوٹو کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۴۵ طبع قاھرہ) وطبقات الحنابلة فی ترجمة مسدد بن مسرحد)

ترجمہ: حوض کوثر، شفاعت، منکر و نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے اروح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(فوٹو صفحہ ۶۵ تسکین الصدور مصنفہ ابو الزاہد سرفراز خان صفدر)

یہ عقیدہ امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور اُمت مسلمہ کی اکثریت نے اس لئے اپنایا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسی دنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا فتوی سے ثابت ہے۔

(امام ابن تیمیہ حنبلی)

واستفاضت الاثار بمعرفة الميت اهله و باحوال اهله واصحابه فى الدنيا وان ذالك يعرض عليه وجامت الآثار بأنه يرى ايضاو بأنه يدرى بما يفعل عنده فيسر بما كان حسنا ويتألم بما كان قبيحا ونجتمع ارواح الموتى فينزل الأعلى الى الأدنى لا العكس

(فوٹو: ص ۴۴۷-۴۴۶ الفتاویٰ الکبریٰ ابن تیمیہ جلد ۴ مطبوعہ بیروت)

مشہور اور مستفیض احادیث سے ثابت ہے کہ مُردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے اعمال کو جانتا ہے جو اُن کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اُسکے پاس کیا جاتا ہے اُسکو جانتا بھی ہے اگر وہ کارروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اسکو اس سے رنج پہنچتا ہے اور مُردوں کی روحیں اجتماعات بھی کرتی ہیں لیکن صرف اعلیٰ روحیں ادنی کی طرف نازل ہوتی ہیں اس کے برعکس نہیں۔

(ترجمہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

امام ابن قیّم حنبلی

قد شرع النبى صلى الله عليه وآله وسلم لا مته اذا اسلموا على اهل القبور ان يّسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل. ولولا ذالك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد. والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان الميت يعرف زيارة الحيى له ويتبشر به

(فوٹو: ص ۵ کتاب الروح مولفہ ابن قیم الحنبلی مطبوعہ حیدر آباد دکن)

ترجمہ: تحقیق کہ آنحضرت نے اپنے اُمتیوں کیلئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز سے سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان سے ہے جو سُنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف صالحین کا اسی پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مُردہ اس زندہ کو (آواز

سے) پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لئے آتا ہے اور مُردہ کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے۔

(ترجمہ: از مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں کہ:

والذی نعتقد ان رتبة نبینا ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علیٰ الاطلاق وانه حیّی فی قبرہٖ حیواۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذ ھو افضل منھم بلا ریب وانه لیسمع من یسلّم علیه (بحوالہ اتحاف النبلاء ص ۱۵ ۴ طبع کانپور)

جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ پر (عند القبر) سلام کہتا ہے، آپ اس کو سُنتے ہیں۔

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۴۳)

بانی مسلک اہلحدیث میاں نذیر دہلوی صاحب:

اور یہ قول بھی بالکل غلط ہے کہ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں میں اور مقاموں میں گشت اور دورہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ مشکوۃ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے، ان اللہ ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی و الدارمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ فرشتوں کو اللہ تعالی نے اس کام پر تعینات کردیا ہے کہ وہ دنیا میں پھرتے رہتے ہیں جو کوئی شخص میری امت سے میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے وہ فرشتے اس درود و سلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ کے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں۔ من صلی علی عندقبری سمعة ومن صلی علی نائیاابلغته رواۃ البیھقی فی شعب الایمان یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو کوئی شخص دور کا رہنے والا میرے اوپر درود وسلام پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے لاتے ہیں۔ پس اگر روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں اور سب مقاموں میں گشت کرتی ہوتی تو حدیثوں میں یوں بیان آتا کہ جہاں کہیں میرا ذکر ہوتا ہے یا درود سلام پڑھا جاتا ہے میں سن لیتا ہوں یا موجود ہو جاتا ہوں اور فرشتوں کے پہنچانے کی حاجت نہ ہوتی۔

فوٹو: فتاویٰ نذیریہ ص ۷۔۶ جلد اول مطبوعہ اہلحدیث اکاڈمی لاہور

نذیر میاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ تو نہیں مگر مدینہ والی قبر میں ضرور حاضر و ناظر ہیں وہاں

پڑھے جانے والے درودوسلام کو خود بھی سنتے ہیں اور وہیں زمین میں گردش کرنے والے فرشتے امت کا پڑھا ہوا درودوسلام لیجا کر آپؐ پر پیش کرتے ہیں۔

نواب صدیق الحسن خان صاحب (اہلحدیث)

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

وجملہ اموات از مومنین وکفار درحصول علم و شعور وادراک و سماع وعرض اعمال ورد جواب برزائر برابر ند تخصیص بہ انبیاء وصلحا نیست

دلیل الطالب علی او جح المطالب صفحہ ٨٤٠

تمام مردے مومن ہوں یا کافر، حصول علم، شعور، ادراک، سماع، عرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب لوٹانے میں برابر اور یکساں ہیں۔ ان امور کی تخصیص محض حضرات انبیاء کرام علیہم والصلوٰۃ والسلام اور صلحاء کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

فوٹو: ؟ص ٢٢١ سماع الموتی مولفہ سرفراز خان صفدر صاحب دلیل الطالب

وَحیدالزماں صاحب (اہلحدیث)

اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماعِ موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مُردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اُس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہ سے اُس کا انکار منقول ہے اور اُن کا قول شاذ ہے جیسے معاویہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا

(فوٹو: لغات الحدیث جلد ٣ صفحہ ١٦٦) (سم)

پیر جھنڈا بدیع الدین راشدی صاحب (اہلحدیث)

پیر جھنڈا صاحب سماع موتی کے قائلین کی دلیل رَد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

حدیث خفق النعال سے استدلال اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری ص ١٨٧ ج ١ میں اس طرح ہے۔

عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبری وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فا قعداہ فیقولان لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد .الحدیث

انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس ہٹتے ہیں حتی کہ وہ ان

کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے۔تو دوفرشتے آتے ہیں اوراس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس جوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔

جواب: یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت زندہ کیا جاتا ہے۔سوال کے لئے اور دوسری جگہ پر براء بن عازب کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحاً ذکر ہے۔

و فی حدیث اصحاب السنن و صححه ابو عوانة و غیره و فیه فترد د روحه فی جسده فیاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربك الحدیث و فیه وان الکافر تعاد فیه روحه فی جسده فیاتیه ملکان فیجلسانه الحدیث . کذا فی الفتح صفحه ٤٧٦ جز ١٣ الحلبی بمصر

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابوعوانة وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے دوفرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے الحدیث (اور اس میں ہے) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دوفرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔

پس یہ روایت خارج عن محل النزاع ہے کیونکہ زندہ کے سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں، اسکے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

(فوٹو: ص ٦١٦ توحید خالص مولفہ بدیع الدین راشدی صاحب)

پیر صاحب شاہد یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مردہ اپنی دُنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے اور سننے لگتا ہے رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپؐ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے تو شاید اس سے مراد وہ مردے ہیں جو کسی خاص وجہ سے زندہ نہیں ہو پاتے۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحیدِ خالص کو پھیلانے کے لئے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟

اور...... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہؓ کرامؓ کے نقوشِ قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لئے ہمارے ہمسفر بنیں؟

شائع کردہ: محمد حنیف، مسجد توحید، توحید روڈ. کیماڑی. کراچی

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی اطباعت و اشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں